عباداتِ اسلامی پر ایک تحقیقی نظر

عبادت کا جاہلی تصور اسلام میں عبادت کا مفہوم محض پوجا (Worship) کا نہیں ہے بلکہ بندگی (obedience) کا ہے۔ عبادت کو محض پوجا کے معنی میں لینا دراصل جاہلیت کا تصور ہے۔ جاہل لوگ اپنے معبود کو انسانوں پر قیاس کرتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح بڑے آدمی، سردار یا بادشاہ، خوشامد سے خوش ہوتے ہیں، نذرانے پیش کرنے سے مہربان ہو جاتے ہیں، ذلت و عاجزی کے ساتھ ہاتھ جوڑنے اور سر جھکانے سے پسیج جاتے ہیں، اور اُن سے یونہی کام نکالا جا سکتا ہے، اسی طرح اُن کا معبود بھی انسان سے خوشامد، نذر و نیاز اور اظہار عاجزی کا طالب ہے، انہی تدبیروں سے اس کو اپنے حال پر مہربان کیا جا سکتا ہے اور اس کو خوش کر کے کام نکالا جا سکتا ہے۔ اس تصور کی بنا پر جاہلی مذاہب چند مخصوص اوقات میں مخصوص مراسم ادا کرنے کو عبادت کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

عبادت کا جوگیانہ تصور اسی طرح اسلام میں عبادت کا مفہوم یہ بھی نہیں ہے کہ آدمی دنیا کی زندگی سے الگ ہو کر خدا سے لَو لگائے، مراقبہ (Meditation) نفس کشی (Self-annihilation) اور مجاہدات و ریاضات (spiritual exercises) کے ذریعہ سے اپنی اندرونی قوتوں کو نشو و نما دے، کشف و کرامت کی قوتیں اپنے اندر پیدا کرے، اور دنیوی زندگی کی ذمہ داریوں سے سبکدوشی حاصل کر کے اخروی نجات حاصل کرے۔ عبادت کا یہ تصور اُن مذاہب میں پایا جاتا ہے جن کی بنیاد زندگی کے راہبانہ تصور (Ascetic view of life) پر ہے۔ جو اس دنیا کو

انسان کے لیے قید خانہ اور جسم کو روح کے لیے قفس سمجھتے ہیں۔ جن کے نزدیک دینداری اور دنیاداری ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ جو دنیا کی زندگی اور اس کی ذمہ داریوں اور اس کے تعلقات سے باہر نجات کا راستہ ڈھونڈتے ہیں۔ جن کے نزدیک روحانی ترقی کے لیے مادی انحطاط یا مادیات سے بے تعلقی ناگزیر ہے۔

عبادت کا اسلامی تصور اسلام کا تصور ان دونوں سے مختلف ہے۔ اسلام کی نگاہ میں انسان خدائے واحد کا بندہ ہے۔ اس کا خالق، اس کا رازق، اس کا مالک، اس کا حاکم صرف خداوند عالم ہے۔ خدا نے اس زمین پر اس کو اپنے خلیفہ کی حیثیت سے مامور کیا ہے۔ یہاں کچھ اختیارات اس کو عطا کیے ہیں۔ کچھ ذمہ داریاں اور کچھ خدمتیں اس کے سپرد کی ہیں۔ اپنی مملکت اور اپنی رعیت کے ایک حصہ پر اس کو کچھ اقتدار دیا ہے۔ اس کا کام یہاں اپنے مالک کے مقصد کو پورا کرنا ہے۔ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنا اور ادا کرنا ہے۔ آقا کی سپرد کی ہوئی خدمتوں کو بجالانا ہے۔ اپنے اختیارات کو اور اپنی قوتوں کو حاکم اصلی کے قانون اور اسکی رضا کے مطابق استعمال کرنا ہے۔ جس قدر زیادہ سرگرمی و جانفشانی کے ساتھ وہ زمین کی زندگی میں اپنی ذمہ داریوں اور اپنی متعلقہ خدمات کو بجالائیگا اور جتنی زیادہ وفاداری اور فرمانبرداری کے ساتھ اپنے اختیارات کے استعمال میں مالک کے قانون کی پیروی کریگا، اتنا ہی زیادہ وہ کامیاب ہوگا۔ اسکی آئندہ ترقی کا انحصار اسی پر ہے کہ زمین میں اپنی ماموریت کی مدت ختم کرنے کے بعد جب وہ مالک کے سامنے حساب کے لیے پیش ہو تو اس کے کارنامۂ زندگی سے یہ ثابت ہو کہ وہ ایک فرض شناس اور مطیع و فرمانبردار بندہ تھا، نہ یہ کہ سست، کام چور، نافرض شناس تھا، یا یہ کہ باغی و نافرمان تھا۔

اس نقطۂ نظر سے عبادت کے وہ دونوں تصور جو ابتدا میں بیان کیے گئے ہیں غلط اور قطعی غلط ہیں۔ جو شخص اپنے اوقات میں سے تھوڑا سا وقت خدا کو پوجنے کے لیے الگ کرتا ہے

اور اُس تھوڑے سے وقت میں عبادت کے چند مخصوص مراسم ادا کر دینے کے بعد یہ سمجھتا ہے کہ میں نے خدا کا حق ادا کر دیا ہے اب میں آزاد ہوں کہ اپنی زندگی کے معاملات کو جس طرح چاہوں انجام دوں۔ اسکی مثال بالکل ایسی ہے، جیسے کوئی ملازم جسے آپ نے رات دن کے لیے نوکر رکھا ہو، اور جسے پوری تنخواہ دے کر آپ پرورش کر رہے ہوں، وہ بس صبح شام آکر آپ کو جھک جھک کر سلام کر دیا کرے اور اسکے بعد آزادی کے ساتھ جہاں چاہے کھیلتا پھرے یا جس جس کی چاہے نوکری بجا لائے۔ اسی طرح جو شخص دنیا اور اسکے معاملات سے الگ ہو کر ایک گوشے میں جا بیٹھتا ہے اور اپنا سارا وقت نمازیں پڑھنے، روزے رکھنے، قرآن پڑھنے اور تسبیح پھرانے میں صرف کر دیتا ہے، اسکی مثال اُس شخص کی سی ہے جسے آپ اپنے باغ کی رکھوالی کے لیے مقرر کریں، مگر وہ باغ کو اور اسکے کام کاج کو چھوڑ کر آپ کے سامنے ہر وقت ہاتھ باندھے کھڑا رہے، صبح سے شام اور شام سے صبح تک آقا آقا پکارتا رہے، اور باغبانی کے متعلق جو ہدایات آپ نے اسے دی ہیں ان کو نہایت خوش الحانی اور ترتیل کے ساتھ بس پڑھتا ہی رہے، اُن کے مطابق باغ کی اصلاح و ترقی کے لیے کام ذرا نہ کرے۔ ایسے ملازموں کے متعلق جو کچھ رائے آپ قائم کرینگے وہی رائے اسلام کی بھی ایسے عبادت گزاروں کے متعلق ہے۔ اور جو برتاؤ اس قسم کے ملازموں کے ساتھ آپ کرینگے وہی برتاؤ ان غلط تصورات کے تحت عبادت کرنے والوں کے ساتھ خدا بھی کریگا۔

اسلام کا تصور عبادت یہ ہے کہ آپ کی ساری زندگی خدا کی بندگی میں بسر ہو۔ آپ اپنے آپ کو دائمی اور ہمہ وقتی ملازم (whole-time servant) سمجھیں۔ آپ کی زندگی کا ایک لمحہ بھی خدا کی عبادت سے خالی نہ ہو۔ اس دنیا میں آپ جو کچھ بھی کریں خدا کی شریعت کے مطابق کریں۔ آپ کا سونا اور جاگنا، آپ کا کھانا اور پینا، آپ کا چلنا اور پھرنا، غرض سب کچھ خدا کے قانونِ شرعی[1] کی پابندی میں ہو۔ خدا نے جن تعلقات میں آپ کو باندھا ہے اُن سب میں آپ بندھیں،

[1] موجودہ زمانہ میں ایک صاحب نے قانون شرعی (Moral law) (۴۹) اور قانون طبیعی (Physical law) (بقیہ حاشیہ دیکھیے صفحہ ۵۰ پر)

اور اُن کو اُس طریقے سے جوڑیں یا توڑیں جس طریقے سے خدا نے انہیں جوڑنے یا توڑنے کا حکم دیا ہے۔ خدا نے جو خدمات آپ کے سپرد کی ہیں اور دنیوی زندگی میں جو فرائض آپ سے متعلق کیے ہیں، اُن سب کا بار آپ نفس کی پوری رضامندی کے ساتھ سنبھالیں اور ان کو اس طریقہ سے ادا کریں جسکی طرف خدا نے اپنے رسولوں کے ذریعہ سے آپ کی رہنمائی کی ہے۔ آپ ہر وقت ہر کام میں خدا کے سامنے اپنی ذمہ داری کو محسوس کریں، اور یہ سمجھیں کہ آپ کو اپنی ایک ایک حرکت کا حساب دینا ہے۔ اپنے گھر میں بیوی بچوں کے ساتھ، اپنے محلہ میں ہمسایوں کے ساتھ، اپنی سوسائیٹی میں دوستوں کے ساتھ، اور اپنے کاروبار میں اہل معاملہ کے ساتھ برتاؤ کرتے وقت ایک ایک بات اور ایک ایک کام میں خدا کی مقرر کردہ حدود کا آپ کو خیال رہے۔ جب آپ رات کے اندھیرے میں ہوں اور کوئی نافرمانی اس طرح کر سکتے ہوں کہ کوئی آپ کو دیکھنے والا نہ ہو، اُس وقت بھی آپ کو یہ خیال رہے کہ خدا آپ کو دیکھ رہا ہے۔ جب آپ جنگل میں

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۹ — کے فرق کو نظر انداز کر کے گمراہیوں کا ایک عظیم الشان فتنہ کھڑا کر دیا ہے۔ اُن کے نزدیک عبادت الٰہی محض قانونِ طبیعی کی پیروی کا نام ہے، قطع نظر اسکے کہ قانونِ شرعی کے مطابق ہو یا نہ ہو۔ اس بنا پر وہ اُن لوگوں کو بھی خدا کا عبادت گذار اور خلیفۂ الٰہی اور صالح و مومن قرار دیتے ہیں جو قانونِ طبیعی کے ماتحت تنظیم اور سائنٹفک ایجادات کے ذریعہ سے طاقت بہم پہنچالیں اگرچہ اس طاقت سے کام لینے میں خدا کے قانونِ شرعی کے پابند نہ ہوں۔ یہ ایسی زبردست غلطی ہے جس نے کفر کو عین اسلام، بغاوت کو عین عبادت اور معصیت کو عین طاعت بنا کر رکھ دیا ہے، اور اسلام کے مشن کی اصلی روح ہی کو مسخ کر ڈالا ہے۔ اِن صاحب کو یہ معلوم نہیں کہ اسلام کے آنے کا تو بنیادی مقصد ہی یہ ہے کہ آدمی کو قانونِ طبیعی سے قانونِ شرعی کے تحت کام لینے کی تعلیم دے۔ اگر انسان محض قانونِ طبیعی کے تحت عمل کرنے کے لیے ہوتا تو اس چیز کی تعلیم دینے کے لیے کسی نبی اور کسی کتاب کے آنے کی ضرورت نہ تھی۔ اسکے لیے تو حیوانی جبلت ہی کافی تھی۔ اگر آدمی کا کام محض قانونِ طبیعی پر عمل کرنا ہی ہو تو اُس میں اور جانور میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا۔ جس طرح بھیڑیا بکری کو پھاڑ کھاتا ہے، اور یہ اسکے لیے قانونِ طبیعی ہے، اسی طرح ایک آدمی اگر دوسرے آدمی سے زیادہ طاقت رکھتا ہے اور اس کو پھاڑ کھاتا ہے تو یہ اسکے لیے بھی قانونِ طبیعی ہے۔ ایک قوم اگر دوسری قوم سے زیادہ ہوائی جہاز اور بم بنا سکتی ہے اور اس طاقت سے کام لے کر اسے اپنا بندہ بنا لیتی ہے تو یہ بھی اس کے لیے قانونِ طبیعی ہے۔ یہ نظریہ انسان کو انسانیت کے درجہ سے گرا کر درندوں اور موذی جانوروں کے مرتبہ میں پہنچا دیتا ہے، اور اسلام اس سے ہزاروں کوس دور ہے کہ انسان کی اس حیوانیت کو خدا کی عبادت قرار دے۔

جا رہے ہوں اور وہاں کوئی جرم اس طرح کر سکتے ہوں کہ کسی پکڑنے والے اور کسی گواہی دینے والے کا کھٹکا نہ ہو، اُس وقت بھی آپ خدا کو یاد کر کے ڈر جائیں اور جرم سے باز رہیں۔ جب آپ جھوٹ، بے ایمانی اور ظلم سے بہت سا فائدہ حاصل کر سکتے ہوں اور کوئی آپ کو روکنے والا نہ ہو، اُس وقت بھی آپ خدا سے ڈریں اور اس فائدے کو اسلیے چھوڑ دیں کہ خدا اس سے ناراض ہوگا۔ اور جب سچائی اور ایمانداری میں سراسر آپ کو نقصان پہنچتا ہو، اُس وقت بھی آپ نقصان اٹھانا قبول کر لیں، صرف اس لیے کہ خدا اس سے خوش ہوگا۔

پس دنیا کو چھوڑ کر کونوں اور گوشوں میں جا بیٹھنا اور اللہ اللہ کرنا عبادت نہیں ہے، بلکہ دنیا کے دھندوں میں پھنس کر اور دنیوی زندگی کی ساری ذمہ داریوں کو سنبھال کر خدا کے قانون کی پابندی کرنا عبادت ہے۔ ذکر الٰہی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ زبان پر اللہ اللہ جاری ہو، بلکہ اصلی ذکر الٰہی یہ ہے کہ جو چیزیں خدا سے غافل کرنے والی ہیں اُن میں پھنسو اور پھر خدا سے غافل نہ ہو۔ دنیا کی زندگی میں جہاں قانونِ الٰہی کو توڑنے کے بے شمار مواقع، بڑے بڑے فائدوں کا لالچ اور بڑے بڑے نقصانوں کا خوف لیے ہوئے سامنے آتے ہیں، وہاں خدا کو یاد کرو اور اس کے قانون کی پیروی پر قائم رہو۔ حکومت کی کرسی پر بیٹھو اور وہاں یاد رکھو کہ میں بندوں کا خدا نہیں ہوں بلکہ خدا کا بندہ ہوں۔ عدالت کے منصب پر متمکن ہو اور وہاں ظلم پر قادر ہونے کے باوجود خیال رکھو کہ خدا کی طرف سے میں عدل قائم کرنے پر مامور ہوں۔ زمین کے خزانوں پر قابض و متصرف ہو اور پھر یاد رکھو کہ میں ان خزانوں کا مالک نہیں بلکہ امین ہوں اور پائی پائی کا حساب مجھے اصلی مالک کو دینا ہے۔ فوجوں کے کمانڈر بنو اور پھر خوفِ خدا تمہیں طاقت کے نشے میں مدہوش ہونے سے بچاتا رہے۔ سیاست و جہانبانی کا کٹھن کام ہاتھ میں لو اور پھر سچائی، انصاف اور حق پسندی کے مستقل اصولوں پر عمل کر کے دکھاؤ۔ تجارت اور مالیات اور صنعت کی باگیں سنبھالو

اور پھر کامیابی کے ذرائع میں پاک اور ناپاک کا امتیاز کرتے ہوئے چلو۔ ایک ایک قدم پر حرام تمہارے سامنے ہزار خوبصورتیوں کے ساتھ آئے اور پھر تمہاری رفتار میں لغزش نہ آنے پائے۔ ہر طرف ظلم اور جھوٹ اور دغا اور فریب اور بدکاری کے راستے تمہارے سامنے کھلے ہوئے ہوں اور دنیوی کامیابیاں اور مادّی لذتیں ہر راستے کے سرے پر جگمگاتے ہوئے تاج پہنے کھڑی نظر آئیں اور پھر خدا کی یاد اور آخرت کی باز پرس کا خوف تمہارے لیے بندِ پا بن جائے۔ حدود اللہ میں سے ایک ایک حد کے قائم کرنے میں ہزاروں مشکلیں دکھائی دیں، حق کا دامن تھامنے اور عدل و صداقت پر قائم رہنے میں جان و مال کا زیاں نظر آئے، اور خدا کے قانون کی پیروی کرنا زمین و آسمان کو دشمن بنا لینے کا ہم معنی ہو جائے، پھر بھی تمہارا ارادہ متزلزل نہ ہو اور تمہاری جبینِ عزم پر شکن تک نہ آنے پائے۔ یہ ہے اصلی عبادت۔ اس کا نام ہے یادِ خدا۔ اسی کو ذکرِ الٰہی کہتے ہیں، اور یہی وہ ذکر ہے جس کی طرف قرآن میں اشارہ فرمایا گیا ہے کہ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

روحانی ارتقاء اور خدا کی یافت کا راستہ اسلام نے روحانی ترقی اور خدا کی یافت کا بھی یہی راستہ بتایا ہے۔ انسان خدا کو جنگلوں اور پہاڑوں میں یا عزلت کے گوشوں میں نہیں پا سکتا۔ خدا اس کو انسانوں کے درمیان، دنیوی زندگی کے ہنگامۂ کارزار میں ملیگا اور اس قدر قریب ملیگا کہ گویا وہ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ جس کے سامنے حرام کے فائدے، ظلم کے مواقع اور بدکاری کے راستے قدم قدم پر آئے اور ہر قدم پر وہ خدا سے ڈر کر ان سے بچتا ہوا چلا اُسے خدا کی یافت ہو گئی۔ ہر قدم پر وہ اپنے خدا کو پاتا رہا۔ بلکہ آنکھوں سے دیکھتا رہا۔ نہ پاتا اور نہ دیکھتا تو اس دشوار گذار گھاٹی سے بخیریت کیونکر گذر سکتا تھا؟ جس نے گھر میں، بازار میں، تفریح کے لمحوں میں اور کاروبار کے ہنگاموں میں ہر کام اس احساس کے ساتھ کیا کہ خدا مجھ سے دور نہیں ہے اُس نے خدا کو

ہر لمحہ اپنے سے قریب اور بہت قریب پایا۔ جس نے سیاست اور حکومت اور جنگ اور مالیات اور صنعت و تجارت جیسے ایمان کی سخت آزمائش کرنے والے کام کیے اور یہاں کامیابی کے شیطانی ذرائع سے بچ کر خدا کے مقرر کیے ہوئے حدود کا پابند رہا اُس سے بڑھ کر مضبوط اور سچا ایمان اور کس کا ہو سکتا ہے؟ اُس سے زیادہ خدا کی معرفت اور کسے حاصل ہو سکتی ہے؟ اگر وہ خدا کا ولی اور مقرب بندہ نہ ہوگا تو اور کون ہوگا؟

اسلامی نقطۂ نظر سے انسان کی روحانی قوتوں کے نشوونما کا راستہ یہی ہے۔ روحانی ارتقاء اس کا نام نہیں ہے کہ آپ پہلوان کی طرح ورزشیں کر کے اپنی قوت ارادی (will power) کو بڑھا لیں اور اس کے زور سے کشف و کرامت کے شعبدے دکھانے لگیں۔ بلکہ روحانی ارتقاء اس کا نام ہے کہ آپ اپنے نفس کی خواہشات پر قابو پائیں، اپنے ذہن اور جسم کی تمام طاقتوں سے صحیح کام لیں، اور اپنے اخلاق میں خدا کے اخلاق سے قریب تر ہونے کی کوشش کریں۔ دنیوی زندگی میں، جہاں قدم قدم پر آزمائش کے مواقع پیش آتے ہیں، اگر آپ حیوانی اور شیطانی طریق کار سے بچتے ہوئے چلیں، اور پورے شعور اور صحیح تمیز کے ساتھ اُس طریقہ پر ثابت قدم رہیں جو انسان کے شایانِ شان ہے، تو آپ کی انسانیت یوماً فیوماً ترقی کرتی چلی جائیگی اور آپ روز بروز خدا سے قریب ہوتے جائینگے۔ اس کے سوا روحانی ترقی اور کسی چیز کا نام نہیں۔

اسلام میں مراسم عبادت کی کیا حیثیت ہے؟ یہ خلاصہ ہے اسلامی تصور عبادت کا۔ اسلام انسان کی پوری دنیوی زندگی کو عبادت میں تبدیل کر دینا چاہتا ہے، اس کا مطالبہ یہ ہے کہ آدمی کی زندگی کا کوئی لمحہ بھی خدا کی عبادت سے خالی نہ ہو، لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرنے کے ساتھ ہی یہ بات لازم آجاتی ہے کہ جس اللہ کو آدمی نے اپنا معبود تسلیم کیا ہے، اُس کا عبد یعنی بندہ بن کر رہے، اور بندہ بنکر رہنے ہی کا نام عبادت ہے۔ کہنے کو تو یہ بہت چھوٹی سی بات ہے اور بڑی آسانی کے ساتھ اسے زبان سے

ادا کر دیا جا سکتا ہے ، مگر عملاً آدمی کی ساری زندگی کا اپنے تمام گوشوں کے ساتھ عبادت بن جانا آسان کام نہیں ۔ اس کے لیے بڑی زبردست ٹریننگ کی ضرورت ہے ۔ اسکے لیے ضروری ہے کہ خاص طور پر ذہن کی تربیت کی جائے ۔ مضبوط کیرکٹر پیدا کیا جائے ۔ عادات اور خصائل کو ایک خاص سانچہ میں ڈھالا جائے ۔ اور صرف انفرادی سیرت ہی کی تعمیر پر اکتفا نہ کر لیا جائے ۔ بلکہ ایک ایسا اجتماعی نظام قائم کیا جائے جو بڑے پیمانے پر افراد کو اس عبادت کے لیے تیار کرنے والا ہو ، اور جس میں جماعت کی طاقت فرد کی پشت پناہ ، اُسکی مددگار اور اُسکی کمزوریوں کی تلافی کرنے والی ہو ۔ یہی غرض ہے جس کے لیے اسلام میں نماز ، روزہ ، زکوٰۃ اور حج کی عبادتیں فرض کی گئی ہیں ۔ ان کو عبادت کہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بس یہی عبادت ہیں ۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اُس اصلی عبادت کے لیے آدمی کو تیار کرتی ہیں ۔ یہ اُس کے لیے لازمی ٹریننگ کورس ہیں ۔ انہی سے وہ مخصوص ذہنیت بنتی ہے ، اُس خاص کیرکٹر کی تشکیل ہوتی ہے ، منظم عادات و خصائل کا وہ پختہ سانچہ بنتا ہے ، اور اُس اجتماعی نظام کی بنیادیں استوار ہوتی ہیں جس کے بغیر انسان کی زندگی کسی طرح عبادتِ الٰہی میں تبدیل نہیں ہو سکتی ۔ ان چار چیزوں کے سوا اور کوئی ذریعہ ایسا نہیں ہے جس سے یہ مقصد حاصل ہو سکے ۔ اسی بنا پر ان کو ارکانِ اسلام۱؎ قرار دیا گیا ہے ، یعنی یہ وہ ستون ہیں جن پر اسلامی زندگی کی عمارت قائم ہوتی اور قائم رہتی ہے ۔

۱؎ اُنہی صاحب نے جنکا ذکر اس سے پہلے حاشیہ میں کیا جا چکا ہے ، کلمۂ شہادت اور اِن چاروں عبادتوں کے ارکان اسلام ہونے کا صاف انکار کر دیا ہے اور اس کے بجائے اپنی طرف سے اسلام کے دس ارکان تصنیف کیے ہیں ۔ یہ صاحب جہل مرکب میں مبتلا ہیں ۔ انکو نہ اسلام سے کوئی واقفیت ہے ، نہ لفظ رکن کے معنی و مفہوم کو وہ جانتے ہیں ، نہ انہیں یہ خبر ہے کہ یہ پانچوں چیزیں کس حیثیت سے اسلام کی رکن قرار دی گئی ہیں ، نہ وہ اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ اگر یہ پانچوں چیزیں موجود نہ ہوں تو اسلام سرے سے کسی چیز کا نام ہی نہیں رہتا ۔ اس پر مزید ستم ظریفی یہ ہے کہ خدا کے پیغمبر نے جن چیزوں کو ارکان اسلام قرار دیا ہے ، اُن کو تو یہ حضرت فرماتے ہیں کہ ارکان اسلام نہیں ہیں ۔ اور خود انہوں نے جن دس باتوں کو تصنیف کیا ہے انہیں یہ ارکان اسلام قرار دیتے ہیں ۔ گویا آنجناب کے نزدیک اسلام اُس دین کا نام نہیں ہے جسے خدا کے رسول نے پیش کیا تھا ، بلکہ جس چیز کو یہ کیمبرج کا رنیگلر وضع کرے اس کا نام اسلام ہے ۔ ایک طرف ان بزرگ کے یہ تفاولات ہیں اور دوسری طرف عام لوگوں میں علم کی کمی اور دنیا پرستی کی زیادتی کا یہ حال ہے کہ ایسے شخص کی قیادت میں جو تنظیم ہو اسے وہ اسلامی تنظیم اور اسلامی نظام امارت سمجھتے ہیں ۔ گویا انکے نزدیک امیر کے عقیدہ اور علم دین اور اخلاق کو دیکھنے کی حاجت نہیں ۔ نفس تنظیم اور نفس نظام امارت مقصود بالذات ہے ، خواہ عمر فاروق کے تحت ہو ، خواہ ہٹلر یا مسولینی کے تحت ہی میسر آجائے ۔ خدا کی پناہ ۔ (۵۴) اِس دور کے فتنے کس حد تک پہنچ رہے ہیں !

آیئے، اب ہم دیکھیں کہ ان میں سے ایک ایک رکن اسلامی زندگی کی عمارت کو کس طرح قائم کرتا ہے، اور کس طرح انسان کو اُس بڑی عبادت کے لیے تیار کرتا ہے جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔

۱۔ نماز

یاد دہانی انسان کی زندگی کو عبادت میں تبدیل کرنے کے لیے سب سے پہلے جس چیز کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ اسکے ذہن میں اس بات کا شعور ہر وقت تازہ، ہر وقت زندہ اور ہر وقت کار فرما ہے کہ وہ خدا کا بندہ ہے اور اسے دنیا میں سب کچھ بندہ ہونے کی حیثیت ہی سے کرنا ہے۔ اس شعور کو بار بار ابھارنے اور تازہ کرنے کی ضرورت اسلیے لاحق ہوتی ہے کہ انسان درحقیقت جس کا بندہ ہے وہ تو اُس کی آنکھوں سے اوجھل اور اس کے حواس سے دور ہے۔ لیکن اس کے برعکس ایک شیطان خود آدمی کے اپنے نفس میں موجود ہے جو ہر وقت کہتا رہتا ہے کہ تو میرا بندہ ہے۔ اور لاکھوں کروڑوں شیطان ہر طرف دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں جن میں سے ہر ایک دعویٰ کر رہا ہے کہ تو میرا بندہ ہے یہ شیاطین آدمی کو محسوس ہوتے ہیں، نظر آتے ہیں اور ہر آن نت نئے طریقوں سے اپنی طاقت اس کو محسوس کراتے رہتے ہیں۔ ان دوگونہ اسباب سے یہ شعور کہ میں خدا کا بندہ ہوں اور اسکے سوا مجھے کسی کی بندگی نہیں کرنی ہے، آدمی کے ذہن سے گُم ہو جاتا ہے۔ اس کو زندہ اور کار فرما رکھنے کے لیے صرف یہی کافی نہیں ہے کہ انسان خدا کی خدائی کا زبان سے اقرار کرے، یا محض ایک علمی فارمولا کی حیثیت سے اس کو سمجھ لے، بلکہ اسکے لیے قطعاً ناگزیر ہے کہ اسے بار بار اُبھارا اور تازہ کیا جائے ـــــ یہی کام نماز کرتی ہے۔ صبح اٹھتے ہی سب کاموں سے پہلے وہ آپ کو یہی بات یاد دلاتی ہے۔ پھر جب آپ دن کو اپنے کام کاج میں مشغول ہوتے ہیں تو وہ ہنگامۂ سعی و عمل کے دوران میں دو دفعہ آپ کو تھوڑی دیر کے لیے الگ کھینچ بلاتی ہے تاکہ احساسِ بندگی کا نقش اگر دھندلا ہو گیا ہو تو اُسے تازہ کر دے۔ پھر شام کو جب تفریحوں اور دلچسپیوں کا وقت آتا ہے تو پھر یہ آپ کو

آگاہ کرتی ہے کہ تم خدا کے بندے ہو، شیطانِ نفس کے بندے نہیں ہو۔ اسکے بعد رات آتی ہے، وہ رات جسے اندر کا شیطان اور باہر کے شیاطین، سب مل کر معصیتوں سے سیاہ کر دینے کے لیے دن بھر منتظر رہتے ہیں۔ نماز پھر سامنے آکر آپ کو خبردار کرتی ہے کہ تمہارا کام خدا کی بندگی کرنا ہے نہ کہ ان شیاطین کی۔

یہ نماز کا پہلا فائدہ ہے۔ اسی بنا پر اسے قرآن میں ذِکْر کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے جس کے معنی یاد دہانی کے ہیں۔ اگر نماز میں اس کے سوا اور کچھ نہ ہوتا تب بھی صرف یہی ایک صفت اس کو رکن اسلام قرار دینے کے لیے کافی تھی، کیونکہ اس فائدے کی اہمیت پر جتنا زیادہ غور کیا جائے اتنا ہی زیادہ اس امر کا یقین حاصل ہوتا ہے کہ آدمی کا عملاً بندۂ خدا بن کر رہنا اس یاد دہانی کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

فرض شناسی پھر چونکہ آپ کو اس زندگی میں ہر قدم پر خدا کے احکام بجا لانے ہیں، خدا کی سپرد کی ہوئی خدمات اُس کے مقرر کیے ہوئے حدود کی نگہداشت کے ساتھ انجام دینی ہیں، اسلیے یہ بھی ضروری ہے کہ آپ میں فرض شناسی پیدا ہو، اور فرض کو مستعدی و فرمانبرداری کے ساتھ انجام دینے کی عادت آپ کی فطرت ثانیہ بن جائے۔ جو شخص یہ جانتا ہی نہ ہو کہ فرض کیا بلا ہوتی ہے اور اس کا فرض ہونا کیا معنی رکھتا ہے، ظاہر ہے کہ وہ کبھی ادائے فرض کے قابل نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح جو شخص فرض کے معنی تو جانتا ہو مگر اسکی تربیت اتنی خراب ہو کہ فرض کو فرض جاننے کے باوجود وہ اسے ادا کرنے کی پروا نہ کرے، اس کے کیرکٹر پر کوئی اعتماد نہیں کیا جا سکتا، اور نہ وہ کسی عملی خدمت (active service) کا اہل ہو سکتا ہے۔ پس یہ بالکل ناگزیر ہے کہ جن لوگوں کو کسی ذمہ دارانہ خدمت پر مامور کیا جائے اُن کے لیے فرض شناسی اور اطاعتِ امر کی تربیت کا بھی انتظام کیا جائے۔ اس کا فائدہ صرف یہی نہیں ہے کہ کام کے آدمی تیار ہوتے رہتے ہیں، بلکہ اس کا فائدہ یہ بھی ہے

کہ روزانہ کار آمد آدمیوں اور ناکارہ آدمیوں کے درمیان تمیز ہوتی رہتی ہے۔ روز یہ فرق کھلتا رہتا ہے کہ جو لوگ خدمت کے امیدوار ہیں اُن میں کون قابل اعتماد ہے اور کون نہیں ہے۔ تمام عملی خدمات کے لیے یہ قطعاً ضروری ہے کہ ہمیشہ بالالتزام عملی آزمائش (Practical test) کی کسوٹی پر آدمیوں کو پرکھا جاتا رہے تاکہ ناقابل اعتماد آدمی ملازمت میں نہ رہنے پائیں۔

فوج کو دیکھیے۔ کن کن طریقوں سے وہاں ڈیوٹی کو سمجھنے اور اسے ادا کرنے کی مشق کرائی جاتی ہے۔ رات دن میں کئی کئی بار بگل بجایا جاتا ہے۔ سپاہیوں کو ایک جگہ حاضر ہونے کا حکم دیا جاتا ہے۔ ان سے قواعد کرائی جاتی ہے۔ یہ سب کس لیے ہے؟ اس کا پہلا مقصد یہ ہے کہ سپاہیوں کو حکم بجالانے کی عادت ہو۔ ان میں فرض شناسی کا مادّہ پیدا ہو۔ ان میں ایک نظام اور تربیت کے ساتھ کام کرنے کی خصلت پیدا ہو۔ اور اس کا دوسرا مقصد یہ ہے کہ روزانہ سپاہیوں کی آزمائش کی جاتی رہے۔ روز یہ فرق کھلتا رہے کہ جو لوگ فوج میں بھرتی ہوئے ہیں اُن میں سے کون کام کے آدمی ہیں اور کون ناکارہ ہیں۔ جو سست اور نالائق لوگ بگل کی آواز سن کر گھر بیٹھے رہیں، یا قواعد میں حکم کے مطابق حرکت نہ کریں، انہیں پہلے ہی فوج سے نکال باہر کیا جاتا ہے، کیونکہ ان پر یہ بھروسہ نہیں کیا جاسکتا کہ جب کام کا وقت آئیگا تو وہ فرض کی پکار پر لبیک کہینگے۔

دنیوی فوجوں کے لیے تو کام کا وقت برسوں میں کبھی آتا ہے، اور اُس کے لیے یہ اہتمام ہے کہ روزانہ سپاہیوں کی تربیت اور انکی آزمائش کی جاتی ہے۔ مگر اسلام جو فوج بھرتی کرتا ہے اسکے لیے ہر وقت کام کا وقت ہے۔ وہ ہر وقت بر سرِ کار (on duty) ہے۔ اس کے لیے ہر وقت معرکۂ کارزار گرم ہے۔ اسے زندگی میں ہر آن ہر لمحہ فرائض ادا کرنے ہیں، خدمات بجالانی ہیں، شیطانی قوتوں سے لڑنا ہے، حدود اللہ کی حفاظت کرنی ہے، اور احکام شاہی کو نافذ کرنا ہے۔ اسلام محض ایک اعتقادی مسلک نہیں ہے بلکہ عملی خدمت ہے، اور عملی خدمت بھی ایسی جس میں

رخصت، تعطیل، آرام کا کوئی وقت نہیں۔ رات دن کے چوبیس گھنٹے پیہم اور مسلسل خدمت ہی خدمت ہے۔ اب فوج کی مثال کو سامنے رکھ کر اندازہ کیجیے کہ ایسی سخت عملی خدمت کے لیے کتنے سخت ڈسپلن، کیسی زبردست تربیت اور کتنی شدید آزمائش کی ضرورت ہے۔ محض عقیدہ Creed کا زبانی اقرار اسکے لیے کیونکر کافی ہوسکتا ہے کہ ایک شخص اُس فوج میں رکھ لیا جائے جس کو اتنی اہم خدمت انجام دینی ہے۔ عقیدہ کا اقرار تو صرف اس ملازمت میں داخل ہونے کے لیے امیدواری کا اعلان ہے۔ اس اعلان کے بعد یہ قطعاً ناگزیر ہے کہ اسے ڈسپلن کے شکنجہ میں کسا جائے۔ اس ڈسپلن میں رہ کر ہی وہ اسلام کے کام کا بن سکتا ہے۔ اور اگر وہ اپنے آپ کو اس شکنجہ کی گرفت میں دینے پر تیار نہیں، اگر وہ فرض کی پکار پر نہیں آتا، اگر وہ احکام کی اطاعت کے لیے کوئی مستعدی اپنے اندر نہیں رکھتا تو وہ اسلام کے لیے قطعی ناکارہ ہے۔ خدا کو اور اسکے دین کو ایسے فضول آدمی کی کوئی حاجت نہیں۔

یہی دوگونہ اغراض ہیں جن کے لیے نماز رات دن میں پانچ وقت فرض کی گئی ہے۔ یہ روزانہ پانچ بار بگل بجاتی ہے تاکہ اللہ کے سپاہی اس کو سن کر ہر طرف سے دوڑے چلے آئیں اور ثابت کریں کہ وہ فرض کو پہچانتے ہیں، اللہ کے وفادار ہیں، اس کے اقتدار اعلیٰ کو تسلیم کرتے ہیں، اور اسکے احکام بجالانے کے لیے مستعد ہیں۔ اس طریقہ سے ایک طرف سپاہیوں کی تربیت ہوتی ہے اور دوسری طرف مومن اور منافق کا فرق کھلتا رہتا ہے۔ جو لوگ اس آواز پر پابندی کے ساتھ آتے ہیں اور ضابطہ کے مطابق حرکت کرتے ہیں، ان میں فرض شناسی، مستعدی انضباط اور اطاعتِ امر کا مادّہ نشو ونما پاتا ہے۔ بخلاف اس کے جو لوگ اس آواز کو سن کر اپنی جگہ سے نہیں ہلتے وہ اپنے عمل سے ثابت کردیتے ہیں کہ یا تو وہ فرض کو پہچانتے نہیں، یا پہچانتے ہیں تو اسے ادا کرنے کے لیے مستعد نہیں ہیں۔ یا تو وہ اس اقتدار (authority) ہی کو

تسلیم نہیں کرتے جس نے اسے فرض قرار دیا ہے۔ یا پھر ان کی ذہنی حالت اتنی ناقص ہے کہ جسے اپنا الٰہ اور رب مانتے ہیں اسکے پہلے اور اہم ترین حکم کو بھی بجالانے کے لیے تیار نہیں وہ اگر ایمان رکھتے بھی ہیں تو صادق الایمان (true to their conviction) نہیں ہیں۔ ان میں یہ صفت اور صلاحیت موجود نہیں ہے کہ جس چیز کو حق جانیں اسکے مطابق عمل کرنے کی زحمت بھی اٹھانے کے لیے تیار رہیں۔ پہلی صورت میں وہ مسلمان نہیں ہیں اور دوسری صورت میں وہ اتنے نالائق اور ناکارہ ہیں کہ اسلامی جماعت میں رہنے کے قابل نہیں۔

اسی بنا پر قرآن میں نماز کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ۔ یعنی جو لوگ خدا کی اطاعت و بندگی کے لیے تیار نہیں ہیں صرف انہی پر نماز گراں گذرتی ہے۔ بالفاظ دیگر جس پر نماز گراں گذرے وہ خود اس بات کا ثبوت پیش کرتا ہے کہ وہ خدا کی بندگی و اطاعت کے لیے تیار نہیں ہے۔ اسی بنا پر ارشاد ہوا کہ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ "اگر وہ کفر و شرک سے توبہ کریں اور نماز کے پابند ہوں اور زکوٰۃ دیں تب وہ تمہارے دینی بھائی ہیں"۔ یعنی نماز کے بغیر آدمی اسلام کی دینی برادری میں شامل ہی نہیں ہو سکتا۔ اسی بنا پر قرآن کے بارے میں فرمایا کہ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ "یہ کتاب صرف ان پرہیزگاروں کے لیے ہدایت ہے جو اَن دیکھی حقیقت پر ایمان لائیں اور نماز کے پابند ہوں اور جو رزق ہم نے دیا ہے اس میں سے راہِ خدا میں دیں"۔ اسی بنا پر منافقین کی یہ صفت بیان کی گئی کہ اَلَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلٰوتِهِمْ سَاهُوْنَ، یعنی وہ اپنی نمازوں سے غافل ہوتے ہیں، اور وَاِذَا قَامُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى، یعنی وہ نماز کے لیے اس طرح کسمساتے ہوئے بادلِ ناخواستہ اٹھتے ہیں کہ گویا ان کی جان پر بن رہی ہے۔ اسی بنا پر حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ بین العبد وبین الکفر ترک الصلوٰۃ "بندے اور

کفر کے درمیان ترکِ صلوٰۃ واسطہ ہے" یعنی ترک صلوٰۃ وہ پل ہے جس کو عبور کر کے آدمی ایمان سے کفر کی طرف جاتا ہے۔ اسی بنا پر رحمتہ للعالمین نے فرمایا کہ "جو لوگ اذان کی آواز سن کر گھروں سے نہیں نکلتے، میرا جی چاہتا ہے کہ جا کر اُن کے گھروں میں آگ لگا دوں"۔ اور اسی بنا پر فرمایا کہ العھد بیننا وبینھم الصلوٰۃ فمن ترکھا فقد کفر "ہمارے اور عرب کے بدوؤں کے درمیان تعلق کی بنا نماز ہے۔ جس نے اسے چھوڑ دیا وہ کافر قرار پائیگا اور اس سے ہمارا تعلق ٹوٹ جائیگا"۔ آج دین سے قطعی ناواقفیت کا نتیجہ یہ ہے کہ جو لوگ نماز نہیں پڑھتے، جو اذان کی آواز سن کر ٹس سے مس نہیں ہوتے، جن کو یہ محسوس تک نہیں ہوتا کہ موذن کس کو بلا رہا ہے اور کس کام کے لیے بلا رہا ہے، وہ بھی مسلمان سمجھے جاتے ہیں، اور یہ خیال عام ہو گیا ہے کہ نماز کی کوئی خاص اہمیت اسلام میں نہیں ہے، اس کے بغیر بھی آدمی مسلمان ہو سکتا ہے بلکہ مسلمانوں کا امام اور ملت کا قائد بھی ہو سکتا ہے۔ مگر جب اسلام ایک تحریک کی حیثیت سے زندہ تھا اس وقت یہ حال نہ تھا۔ مستند روایت ہے کہ کان اصحاب النبی صلعم لا یرون شیئا من الاعمال ترکہ کفر غیر الصلوٰۃ۔ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں یہ بات متفق علیہ تھی کہ اسلامی اعمال میں سے صرف نماز ہی وہ عمل ہے جسکو چھوڑ دینا کفر ہے۔

تعمیر سیرت نماز کا تیسرا اہم کام یہ ہے کہ وہ انسان کی سیرت کو اُس خاص ڈھنگ پر تیار کرتی ہے جو اسلامی زندگی بسر کرنے، یا بالفاظ دیگر، زندگی کو خدا کی عبادت بنا دینے کے لیے ضروری ہے۔

دنیا میں ہر جگہ آپ دیکھتے ہیں کہ جیسا کام کسی جماعت کو کرنا ہوتا ہے، جیسے مقاصد اسکے پیش نظر ہوتے ہیں، انہی کے لحاظ سے سیرت بنانے کے لیے ایک نظام تربیت وضع کیا جاتا ہے۔ مثلاً سلطنتوں کی سول سروس کا مقصد وفاداری کے ساتھ ملک کا انتظام کرنا ہوتا ہے، اسلیے سول سروس کی ٹریننگ میں تمام تر زور حکومت مقتدرہ کی وفاداری اور نظم مملکت

(Administration) کی صلاحیتیں پیدا کرنے ہی پر صرف کیا جاتا ہے۔ تقویٰ اور طہارت کا وہاں کوئی سوال نہیں ہوتا۔ پرائیویٹ زندگی خواہ کتنی ہی گندی کیوں نہ ہو، ایک شخص اس کے باوجود سول سروس میں داخل ہو سکتا اور ترقی کر سکتا ہے۔ کیونکہ حکومت میں راستی اور حق کے اصولوں کی پابندی کرنا اور اخلاق کو سیاست کی بنیاد بنانا وہاں سرے سے پیش نظر ہی نہیں ہے۔ اسی طرح فوجوں کی تنظیم کا مقصد جنگ کی قابلیت بہم پہنچانا ہوتا ہے اس لیے سپاہیوں کی تربیت محض اس نقطۂ نظر سے کی جاتی ہے کہ انہیں مار دھاڑ کے لیے تیار ہونا ہے۔ انہیں پریڈ کرائی جاتی ہے تاکہ وہ منظم صورت میں کام کر سکیں۔ انہیں اسلحہ کا استعمال سکھایا جاتا ہے تاکہ کشت و خون کے فن میں ماہر ہو جائیں۔ ان کو اطاعتِ امر کا خوگر بنایا جاتا ہے تاکہ حکومت جہاں اور جس غرض کے لیے بھی انکے دست و بازو سے کام لینا چاہے وہاں وہ بے تامل کام کریں۔ اسکے ماسوا کوئی بلند تر اخلاقی مقصد چونکہ پیشِ نظر ہی نہیں ہوتا اس لیے فوجوں کی سیرت میں تقویٰ پیدا کرنے کا خیال تک کسی کو نہیں آتا۔ سپاہی اگر ڈسپلن کے پابند ہیں تو حکومت کے مقصد کے لیے بس یہی کافی ہے۔ اسکے بعد کچھ پروا نہیں اگر وہ زانی، شرابی، جھوٹے، بددیانت اور ظالم ہوں۔

اسلام اس کے برعکس ایک ایسی جماعت تیار کرنا چاہتا ہے جس کا مقصدِ اول نیکی کو قائم کرنا اور بدی کو مٹانا ہے۔ جس کو سیاست، عدالت، تجارت، صنعت، صلح و جنگ، بین الاقوامی تعلقات، غرض تمدن کے ہر شعبے میں اخلاق کے مستقل اصولوں کی پابندی کرنی ہے۔ جسے زمین پر خدا کے قانون کو نافذ کرنا ہے۔ اس لیے وہ اپنے اہل کار، سپاہی اور افسر ایک دوسرے نظام تربیت کے تحت تیار کرتا ہے تاکہ ان کے اندر وہ سیرت پیدا ہو جو اس خاص نوعیت کی خدمت سے مناسبت رکھتی ہو۔ اس سیرت کی بنیاد اسلام کے ایمانیات ہیں۔ خدا کا خوف،

اسکی محبت، اُس کا عشق، اُس کی خوشنودی کو مقصد زندگی قرار دینا، اس کو حاکم اصلی سمجھنا، اس کے سامنے اپنے آپ کو جواب دہ خیال کرنا، اور یہ جاننا کہ ایک روز وہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے، یہی وہ اساسی تصورات ہیں جن پر اسلامی سیرت کی بنا قائم ہوتی ہے۔ مسلمان اسلام کے طریقہ پر ایک قدم بھی نہیں چل سکتا جب تک کہ اسے یہ یقین نہ ہو کہ خدا ہر وقت ہر جگہ ہر حال میں اسے دیکھ رہا ہے۔ اسکی ہر ہر حرکت سے باخبر ہے۔ اندھیرے میں بھی اس کو دیکھتا ہے۔ تنہائی میں بھی اسکے ساتھ ہے۔ اسکے دل میں جو نیت چھپی ہوئی ہے اس کو بھی وہ جانتا ہے۔ اس کے دماغ میں جو خیالات اور ارادے پیدا ہوتے ہیں اُن سے بھی وہ ناواقف نہیں۔ تمام دنیا سے چھپ جانا ممکن ہے مگر خدا سے چھپنا غیر ممکن۔ تمام دنیا کی سزاؤں سے آدمی بچ سکتا ہے مگر خدا کی سزا سے نہیں بچ سکتا۔ دنیا میں نیکی ضائع ہو سکتی ہے بلکہ نیکی کا بدلہ بدی کی صورت میں بھی مل سکتا ہے مگر خدا کے ہاں یہ ممکن نہیں۔ دنیا کی نعمتیں محدود ہیں مگر خدا کی نعمتیں بے حد و حساب ہیں۔ دنیا کا نفع و نقصان فانی اور آنی ہے مگر خدا کے ہاں جو نفع یا نقصان ہے وہ پائدار ہے۔ یہی یقین آدمی کو خدا کے احکام کی اطاعت اور اس کے قانون کی پیروی کے لیے تیار کرتا ہے۔ اسی کے زور سے وہ حلال و حرام کی اُن حدود کا لحاظ رکھنے پر مجبور ہوتا ہے جو خدا نے زندگی کے معاملات میں قائم کی ہیں۔ یہی چیز اسے خواہشات کی بندگی سے، ناجائز منفعتوں اور لذتوں کے لالچ سے اور بداخلاقی کے مفید مطلب ذرائع اختیار کرنے سے بچاتی ہے۔ اسی میں یہ طاقت ہے کہ آدمی کو عدل، صداقت، حق شناسی و حق پرستی، اور مکارم اخلاق کی صراط مستقیم پر ثابت قدم رکھے، اور اسے دنیا کی اصلاح کے اُس کٹھن کام پر اٹھنے کے لیے آمادہ کرے جسکی دشواریوں اور ذمہ داریوں کا تصور بھی کوئی غیر مومن انسان برداشت نہیں کر سکتا۔

نماز وہ چیز ہے جو ان تصورات کو بار بار تازہ کرتی اور ذہن میں گہری جڑوں کے ساتھ

بڑھاتی رہتی ہے۔ اگر آپ غور سے دیکھیں تو آپ کو معلوم ہو کہ نماز کا ارادہ کرنے کے ساتھ ہی اسلامی سیرت کی تعمیر کا عمل شروع ہو جاتا ہے، اور پھر ایک ایک حرکت، ایک ایک فعل، اور ایک ایک قول جو نماز سے متعلق ہے، کچھ اس طور پر رکھا گیا ہے کہ اس سے خود بخود آدمی کی سیرت اسلام کے سانچے میں ڈھلتی چلی جاتی ہے۔

دیکھیے! نماز کا ارادہ کرتے ہی سب سے پہلے آپ اپنا جائزہ لیتے ہیں کہ ناپاک تو نہیں ہوں؟ کپڑے تو نجس نہیں ہیں؟ وضو ہے یا نہیں؟ غور کیجیے یہ خیال آپ کو کیوں آتا ہے؟ اگر آپ نجس حالت میں نماز کے لیے جا کھڑے ہوں یا بے وضو کھڑے ہو جائیں تو کون آپ کو پکڑ سکتا ہے؟ کس کو آپ کے حال کی خبر ہو سکتی ہے؟ پھر آپ ایسا کیوں نہیں کرتے؟ اس کی وجہ بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ آپ کو خدا کا خوف ہے، اس بات کا یقین ہے کہ اُس سے کوئی راز نہیں چھپ سکتا، اور اس امر پر ایمان ہے کہ آخرت میں اس فعل کا جواب دینا پڑیگا۔ یہی چیز آپ سے طہارت اور وضو کے اُن تمام قواعد و ضوابط کی پابندی کراتی ہے جو نماز کے لیے مقرر کیے گئے ہیں ورنہ کوئی دُنیوی طاقت ایسی موجود نہیں ہے جو آپ سے ان کی پابندی کرانے والی ہو۔

اس کے بعد آپ نماز شروع کرتے ہیں۔ یہاں آپ کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ قیام و قعود اور رکوع و سجود کی حالتوں میں قرآن کی آیات یا دعائیں یا تسبیحیں جس جس طرح پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اسی طرح ان کو پڑھیں۔ آخر یہ پابندی آپ کیوں کرتے ہیں؟ یہ ساری چیزیں تو آہستہ پڑھی جاتی ہیں۔ اگر آپ انہیں نہ پڑھیں یا ان کی جگہ کچھ اور پڑھ دیں، یا ان میں اپنی طرف سے کچھ الٹی سیدھی باتیں ملا دیں تو کسی کو بھی آپ کے اس فعل کی خبر نہیں ہو سکتی۔ پھر بتائیے، کس کا خوف، کس کے واقفِ اَسرار ہونے کا یقین اور کس کی جزا و سزا پر ایمان آپ کو ٹھیک ٹھیک نماز ادا کرنے پر مجبور کرتا ہے؟

نماز کے اوقات آپ پر مختلف حالتوں میں آتے ہیں۔ کبھی آپ جنگل میں ہوتے ہیں۔ کبھی رات کے اندھیرے میں، کبھی گھر کی تنہائی میں۔ کبھی اپنی دلچسپ تفریحوں میں مشغول ہوتے ہیں اور کبھی اپنے کاروبار میں منہمک۔ کبھی سردی کی شدت لحاف سے سر نکالنے تک کی اجازت نہیں دیتی، اور کبھی چلچلاتی دھوپ گھر سے قدم نکالتے ہی بھون ڈالنے پر آمادہ ہوتی ہے۔ غرض اسی طرح کی بے شمار مختلف حالتیں آپ پر رات دن میں آتی رہتی ہیں۔ ان سب حالتوں میں کون سی طاقت آپ کو نماز کی طرف کھینچ کرلے جاتی ہے؟ اگر وہ خدا پر ایمان، اسکے سمیع و علیم ہونے کا یقین، اسکی ناراضی کا خوف اور اسکی رضا کی طلب نہیں تو اور کیا ہے؟

اب ذرا اُن چیزوں پر ایک نظر ڈالیے جو نماز میں پڑھی جاتی ہیں۔ ان میں اول سے لیکر آخر تک ایک ایک لفظ ایسا ہے جو اسلام کے بنیادی تصورات اور اسکی اسپرٹ سے لبریز ہے ان مضامین کو بار بار پڑھنے سے وہ تمام ایمانیات بار بار تازہ اور بار بار ذھن نشین ہوتے رہتے ہیں جن پر اسلامی سیرت کی عمارت کھڑی کی گئی ہے۔

سب سے پہلے اذان کو لیجیے۔ روزانہ پانچ وقت آپ کو کن الفاظ میں نماز کی اطلاع دی جاتی ہے؟ اللہ اکبر، اللہ اکبر "خدا سب سے بڑا ہے، خدا سب سے بڑا ہے"۔ اشھدان لا الٰہ الا اللہ "میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ کوئی اس لائق نہیں کہ اسکی بندگی کی جائے"۔ اشھدان محمد الرسول اللہ "میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں" حی علی الصلوٰۃ "آؤ نماز کے لیے" حی علی الفلاح "آؤ اس کام کے لیے جس میں فلاح اور بہبودی ہے" اللہ اکبر، اللہ اکبر "اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے" لا الٰہ الا اللہ "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں"

دیکھو! یہ کیسی زبردست پکار ہے۔ ہر روز پانچ مرتبہ یہ آواز کس طرح تمہیں یاد دلاتی ہے

کہ زمین میں جتنے خدائی کے دعویدار پھر رہے ہیں یہ سب جھوٹے ہیں، زمین و آسمان میں صرف ایک ہی ہستی ہے جس کے لیے بڑائی ہے اور وہی عبادت کے لائق ہے، آؤ اُس کی عبادت کرو، اُسی کی عبادت میں تمہارے لیے دنیا اور آخرت کی بھلائی ہے۔ کون ہے جو اس آواز کو سن کر ہل نہ جائیگا؟ کیونکر ممکن ہے کہ جس کے دل میں ایمان ہو وہ اتنی بڑی بات کی گواہی اور ایسی زبردست پکار کو سن کر اپنی جگہ بیٹھا رہ جائے اور اپنے مالک کے آگے سر جھکانے کے لیے دوڑ نہ پڑے؟

اس کے بعد تم نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہو۔ منہ قبلہ کے سامنے ہے۔ پاک صاف ہو کر بادشاہ عالم کے دربار میں حاضر ہو۔ سب سے پہلے تمہاری زبان سے یہ الفاظ نکلتے ہیں: اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۔ "میں نے یکسو ہو کر اپنا رخ اُس ذات کی طرف پھیر دیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا ہے اور میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو خدائی میں کسی کو اس کا شریک ٹھیراتے ہیں"

اس دوٹوک بات کا اقرار کر کے تم کانوں تک ہاتھ اٹھاتے ہو، گویا دنیا و مافیہا سے دست بردار ہو رہے ہو۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لیتے ہو، گویا اب تم بالکل اپنے بادشاہ کے سامنے مؤدب، دست بستہ کھڑے ہو۔ اس کے بعد تم کیا عرض معروض کرتے ہو؟

(باقی)